## حرف آغاز

# فرد اور جماعت کا تزکیہ ضروری ہے

سید جلال الدین عمری

مرکز جماعت اسلامی ہند میں کئی میقات سے تربیت گاہ قائم ہے۔ میقات رواں میں اس کے لیے ایک جامع مربوط پروگرام بنایا گیا، جس میں ایک ہفتہ کے لیے مختلف ریاستوں سے تعلق رکھنے والے منتخب ارکان کو بلایا جاتا ہے اور ان کی علمی و فکری اور روحانی تربیت کے مواقع فراہم کیے جاتے ہیں۔ چھٹی تربیت گاہ، مؤرخہ ۳ تا ۹ ستمبر ۲۰۱۸ء کو منعقد ہوئی تھی۔ اس کے افتتاحی اور اختتامی اجلاسوں میں مولانا سید جلال الدین عمری، امیر جماعت اسلامی ہند نے جو خطاب کیا تھا اسے نقل کرلیا گیا تھا۔ اب اسے موصوف کی نظر ثانی کے بعد افادۂ عام کے لیے شائع کیا جارہا ہے۔ (رضی الاسلام)

### اپنی اصلاح آپ

تزکیہ اور تربیت دنیا کا سب سے دشوار کام ہے۔ اس سے مشکل کوئی کام نہیں ہے۔ یہ صرف علمی بحث و مباحثہ کا موضوع نہیں ہے، بلکہ اس کا تعلق ہماری عملی زندگی سے بہت گہرا ہے۔ تزکیہ یہ ہے کہ آدمی جس دین کو مانتا ہے، جس پر اپنے ایمان ویقین کا اظہار کرتا ہے، جس کی دوسروں کو دعوت دے رہا ہے اور جس کا پرچم لیے کھڑا ہے، اپنی زندگی سے اس کا ثبوت دے۔

سوچیے کہ یہ کتنا بڑا کام ہے۔ آدمی آسانی سے کسی بھی دوسرے فرد کو خطاب کرسکتا ہے، کسی جماعت پر بھی تنقیدی نظر ڈال سکتا ہے، اس کی کم زوریاں بیان کرسکتا ہے، اس کے اندر کوئی خوبی ہو تو اس کا اعتراف کرسکتا ہے۔ کسی فرد کی خامیاں بیان کرنا یا کسی جماعت یا گروہ کو ہدفِ تنقید بنانا اور اس کی کم زوریوں کو طشت از بام

کرنا نسبتاً آسان کام ہے، لیکن اپنے آپ کو خطاب کرنا سخت دشوار ہے۔ اس کے لیے بڑا حوصلہ اور بڑی ہمت چاہیے۔ اپنی اصلاح وتربیت میں خود ہماری ذات سب سے بڑی رکاوٹ بنتی ہے۔ آدمی نہ بدلنا چاہے تو ہزار بہانے کرتا ہے۔ کہا جاتا ہے ع

ہوس چھپ چھپ کے سینوں میں بنالیتی ہے تصویریں

ایک ان پڑھ اور جاہل شخص کے لیے اپنی کم زوریوں کے لیے بہانے تلاش کرنا دشوار ہوتا ہے۔ بسااوقات وہ آسانی سے اپنی کم زوری تسلیم بھی کرلیتا ہے، لیکن پڑھے لکھے اور قابل و باصلاحیت فرد کے لیے اپنی کم زوریوں کی توجیہ کرنا آسان ہے۔ جس کی جتنی زیادہ صلاحیت ہوگی اس کے لیے توجیہ وتاویل اتنی ہی آسان ہوگی۔ وہ مسجد میں نماز کے لیے نہیں آرہا ہے، اس کا بھی عذر ہوگا، اس کے اندر دین سے انحراف اور شریعت سے ہٹی ہوئی چیزیں ہیں تو اس کی بھی اس کے پاس کوئی توجیہ ہوگی۔ واقعہ یہ ہے کہ رکاوٹ سب سے بڑی ہمارے اندر ہے۔ باہر کی رکاوٹیں ثانوی حیثیت رکھتی ہیں۔ ان رکاوٹوں کو دور کرنے کی تدابیر کرنی چاہیے۔ لیکن اس کی کوئی تدبیر نہیں ہے کہ آدمی خود بدلنا نہ چاہے اور اس میں ازخود تبدیلی آجائے۔ جو شخص بدلنا چاہے تو کوئی طاقت اس کے لیے زنجیر پا نہیں بن سکتی۔ تبدیلی کی رفتار کبھی سست اور کبھی تیز ہوسکتی ہے، لیکن تبدیلی ضرور آئے گی۔ ہمارے اندر تبدیلی نہیں آرہی ہے تو اس کے اسباب خود ہمارے اندر ہیں۔

قرآن مجید میں جگہ جگہ توجہ دلائی گئی ہے کہ دعوئ ایمان ہے تو عمل سے اس کا ثبوت ملنا چاہیے۔ ایک جگہ بے عملی پر تنبیہ کی گئی۔ کہا گیا: يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ، كَبُرَ مَقْتاً عِنْدَ اللّٰهِ أَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ۔ (الصّف: ۲۔۳)

آپ جانتے ہیں کہ یہ سورۂ صف کی آیات ہیں۔ ان میں اظہار دین کا ذکر ہے۔ کہا گیا کہ غلبۂ دین لازماً ہوکر رہے گا۔ کوئی اسے روک نہیں سکتا۔ بات کا آغاز یہاں سے ہو رہا ہے کہ ایسی باتیں کیوں کرتے ہو جن پر عمل نہیں کرتے۔ بے عملی خدا کے غضب کو دعوت دیتی ہے۔ تمھیں اپنے عمل سے اپنی صداقت کا ثبوت دینا چاہیے۔ غلبۂ دین کے لیے وہ افراد درکار ہیں جن کے قول وعمل میں ہم آہنگی ہو۔

ایک جگہ اہل کتاب سے خطاب ہے: "أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنسَوْنَ أَنفُسَكُمْ وَأَنتُمْ تَتْلُونَ الْكِتَٰبَ أَفَلَا تَعْقِلُونَ۔ البقرہ: ۴۴۔ (کیا تم لوگوں کو برّ وتقویٰ کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو فراموش کیے بیٹھے ہو اور تم اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہو۔ کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے ہو؟) سوچو کہ دنیا کو تقویٰ وطہارت اور انسانی حقوق کا درس دے رہے ہو، نیکی کی راہ دکھا رہے ہو، لیکن خود تم اس گراں مایہ دولت سے تہی دامن ہو۔ اللہ کی کتاب پڑھتے اور پڑھاتے ہو اور زندگی اس کے اثرات سے خالی ہے۔ اس بے عملی کے ساتھ کبھی تم فلاح نہیں پا سکتے۔

بعض حلقوں میں تزکیہ کا بہت محدود تصور ہے۔ ان کے ہاں چند مخصوص پہلوؤں پر زور دیا جاتا ہے۔ فرائض ونوافل اور تہجد کا اہتمام ہوتا ہے اوراد و وظائف کی پابندی ہوتی ہے۔ کبھی وہ چھوٹنے نہیں پاتے اور لازماً پورے کیے جاتے ہیں۔ ان میں سے بہت سی باتیں صحیح ہیں اور احادیث سے ان کا ثبوت ملتا ہے۔ لیکن یہ بھی دیکھنے میں آتا ہے کہ گھر کی طرف توجہ نہیں ہے، بیوی بچوں کے حقوق ادا نہیں ہو رہے ہیں، ماں باپ، بھائی بہن اور رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنے میں غفلت برتی جا رہی ہے۔ اسی طرح کاروبار میں احکام شریعت کی پابندی نہیں ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے دین کی دعوت، اس کی تبلیغ و اشاعت اور اس کے غلبہ وسربلندی کا تو کہیں ذکر ہی نہیں ہے۔ یہ ناقص تزکیہ وتربیت ہے۔ تزکیہ پوری زندگی کو بدلنے کا نام ہے۔ پاک صاف ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ زندگی کے کسی ایک پہلو میں تزکیہ ہو جائے، بلکہ ہر رخ سے اسے بہتر ہونا چاہیے۔ میں نے اپنی کتاب 'تجلیات قرآن' کے ایک مضمون میں یہ دیکھنے کی کوشش کی ہے کہ تزکیہ کا لفظ قرآن نے کس طرح اور کن مواقع پر استعمال کیا ہے؟ معلوم ہوا کہ قرآن مجید میں عقیدہ، عبادت، اخلاق، معاشرت، معیشت اور سیاست، ہر پہلو سے اصلاح کے لیے اس کا استعمال ہوا ہے۔ اس کے بغیر تزکیہ کی تکمیل نہیں ہوتی۔

تزکیہ کے اس وسیع تصور کو اپنانے کا آپ دعویٰ کر رہے ہیں۔ آپ دنیا کو یہ بتا رہے ہیں کہ تزکیہ پوری زندگی کو احکام الٰہی کے مطابق بدلنے کا نام ہے۔ جو شخص یہ

جانتا ہے کہ پوری زندگی کی اصلاح ہونی چاہیے، اس کا عقیدہ درست ہونا چاہیے، اس کی عبادات ظاہری شکل اور معنوی روح کے ساتھ ادا ہونی چاہئیں، اس کے اخلاق احکام الٰہی کے تابع ہونے چاہیں، اس کی تہذیب ومعاشرت اور اس کی معیشت کو اسلامی اصول کا پابند ہونا چاہیے اور اس کی سیاست کا رخ بھی اسلامی ہونا چاہیے۔ اتنے وسیع تصور کے ساتھ جو شخص میدان عمل میں ہے وہ اپنی خامیوں کا عذر پیش نہیں کرسکتا۔ اس نے اپنے عذرات خود ہی ختم کردیے۔ سوچیے کہ اتنے بڑے دعوے کے بعد کیا آپ اپنی زندگی اس کے مطابق پاک صاف کرنے کی کوشش کررہے ہیں اور اسے اسلامی احکام کا پابند بنانے میں کام یاب ہیں؟ یہ بہت بڑا سوال ہے، جو ہم سب کے سامنے ہے۔

## فرد کا ارتقاء

جماعت اسلامی کا نصب العین اقامتِ دین ہے۔ اس کے دستور میں وضاحت ہے کہ اس کے کوئی محدود معنیٰ نہیں ہیں، بلکہ اس کے وسیع تقاضے ہیں۔ اس میں فرد کا ارتقاء، معاشرے کی تعمیر اور ریاست کی تشکیل، یعنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے سب ہی پہلو شامل ہیں۔ اس میں سب سے پہلے فرد کے ارتقاء کا ذکر ہے۔

فرد کے ارتقاء پر آج کل بڑی بحثیں ہورہی ہیں۔ ارتقاء کے عمل میں فرد کے اندر ایسی استعداد پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ وہ اپنے چاروں طرف پھیلی ہوئی دنیا سے بھرپور فائدہ اٹھاسکے۔ وہ اپنی صلاحیتوں کو اس طرح کام میں لائے کہ جو وسایلِ حیات میسر ہیں ان کو سودمند طریقے سے اپنے کام میں لائے۔ اسی کی تدبیریں بتائی جاتی ہیں اور اس کے لیے اسے تیار کیا جاتا ہے۔ لیکن یہ بہت محدود اور خالص مادی تصور ہے۔ یہ دینی تصور نہیں ہے۔ دین کا تصور یہ ہے کہ آدمی کا فکری اور عملی ارتقاء اس طرح ہو کہ وہ دنیا میں خدا پرستانہ زندگی گزارے اور آخرت میں سرخ رو اور کام یاب ہو۔ وہ دنیا سے بھی اپنا حصہ پائے اور اس کے بعد والی زندگی، جو دائمی اور ابدی ہے، اس کی آسائش و راحت سے بھی سرفراز ہو۔

یہ بات یاد رہے کہ فرد کا ارتقاء تزکیہ کا بنیادی پتھر ہے۔ جب تک فرد کا صحیح

معنیٰ میں ارتقاء نہیں ہوگا، ناممکن ہے کہ معاشرے میں تبدیلی آ جائے۔ سیاست میں تبدیلی کا تو تصور ہی نہیں کیا جاسکتا۔ آج کا بڑا مسئلہ یہی ہے کہ وہ افراد ہی نہیں ہیں جو معاشرے کو صحیح سمت دے سکیں۔ فرد اعلیٰ سیرت و کردار کا حامل ہوگا تو اس کے گھر اور خاندان میں اخلاقی تبدیلی آئے گی اور یہی معاشرے کی تبدیلی کا ذریعہ ہوگی اور سیاست کو بھی صحیح رخ دیا جا سکے گا۔ اسی وجہ سے قرآن مجید میں فرد کی اصلاح وتربیت پر خاص زور دیا گیا ہے اور صالح افراد پر مشتمل جماعت سے حکومت و اقتدار کا وعدہ کیا گیا ہے الَّذِينَ إِن مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنكَرِ ۔ الحج: ۴۱۔ (یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ان کو ہم نے زمین میں اقتدار دیا تو نماز قائم کریں گے اور زکوٰۃ دیں گے اور معروف کا حکم دیں گے اور منکر سے منع کریں گے۔)

یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے اصحاب رسول ﷺ کی سیرت و کردار پر اس اعتماد اور یقین کا اظہار تھا کہ اقتدار ان کے لیے اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کا ذریعہ ہوگا، وہ اقتدار پانے کے بعد اللہ کو فراموش نہیں کریں گے، بلکہ اسے ہر دم یاد رکھیں گے۔ وہ بندوں کے حقوق پہچانیں گے اور زکوٰۃ دیں گے۔ ان کے ذریعہ معروفات کا قیام عمل میں آئے گا اور منکرات کی بیخ کنی ہوگی۔ یاد رکھیں کہ جب بھی اسلامی نظام قائم ہوگا اسی طرح کے باکردار افراد کے ذریعہ قائم ہوگا۔

انسان جس معاشرے میں آنکھ کھولتا اور پرورش پاتا ہے، تعلیم و تدریس، تہذیب وتمدن، معیشت اور سیاست، سب اس کے فکر وعمل کو خاص ڈھانچہ میں ڈھال دیتے ہیں۔ وہ اس کی گرفت سے مشکل ہی سے آزاد ہو پاتا ہے، لیکن فرد ہی معاشرے کو تبدیل بھی کرتا ہے۔ جب افراد تبدیلی کے لیے اٹھ کھڑے ہوں تو تبدیلی کی راہیں کھل جاتی ہیں اور ایک نیا معاشرہ وجود میں آ جاتا ہے۔ صالح اور باکردار افراد معاشرے کو بدی سے نیکی کی طرف لے جاسکتے ہیں۔

ایسے افراد جب بڑے پیمانے پر ہوں تو سیاست کا نقشہ بھی تبدیل

ہوسکتا ہے۔ اگر فرد ہی نہ بدلے تو معاشرے میں تبدیلی کی توقع نہیں کی جاسکتی۔ ہماری گفتگو بعض اوقات سیاست کی تبدیلی اور سیاسی انقلاب پر ہوتی ہے۔ یہ انقلاب کیسے آئے گا؟ اس طرف توجہ نہیں ہوتی۔ قرآن میں بار بار اس طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ ہر فرد اپنے آپ کو دیکھے۔ اس کے سامنے یہ بات رہے کہ :فَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْ□ راً يَرَهُ وَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ □ شَرّاً يَرَهُ۔ الزلزال: ۷۔ ۸۔(جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی وہ بھی اس کے سامنے آجائے گی اور جس نے ذرہ برابر غلط کام کیا ہوگا تو وہ بھی اس کے سامنے آجائے گا۔) اس کیفیت کے ساتھ زندگی گزارنے کا نام تزکیہ ہے۔

سورۂ مریم کے آخر میں ہے:إِن كُلُّ مَن فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ إِلَّا آتِي الرَّحْمَنِ عَبْداً لَقَدْ أَحْصَاهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدّاً وَكُلُّهُمْ آتِيهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَرْداً۔ مریم: ۹۳ ۔ ۹۵۔ (آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہیں وہ سب لازماً رحمن کے سامنے بندے بن کر حاضر ہوں گے۔ اللہ نے انہیں شمار کر رکھا ہے اور اچھی طرح ان کی گنتی کر رکھی ہے اور وہ سب قیامت کے روز اس کے سامنے تنہا حاضر ہوں گے۔)

ایک اور جگہ فرمایا: يَوْمَ هُم بَارِزُونَ لَا يَخْفَى عَلَى اللّٰهِ مِنْهُمْ شَيْ□ ءٌ لِّمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ۔ المومن: ۱۶۔ (جس دن وہ بالکل سامنے ہوں گے۔ ان کی کوئی چیز اللہ سے پوشیدہ نہ ہوگی۔ آج اقتدار کس کا ہے؟ اس خدائے واحد کا جو بڑے قہر والا ہے۔) ہر شخص تنہا خدا کے سامنے آئے گا۔ ہم میں سے ہر شخص خدا کے روبرو ہوگا۔ کہیں روپوش ہونے کی کوئی جگہ نہ ہوگی۔ اس تصور کے ساتھ زندگی میں تبدیلی لانے کی ضرورت ہے۔ اور یہ تبدیلی فکری بھی ہوگی اور عملی بھی۔

## انا اوّل المسلمین

اللہ کے رسول دنیا کو اللہ کی عبادت و اطاعت کی دعوت دیتے ہیں اور کہتے ہیں: 'اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِين'۔ (سب سے پہلے میں اس پر عمل کرنے والا ہوں۔) اس وجہ سے ان کے بدترین دشمن بھی ان پر بے عملی کا الزام لگانے کی جرأت نہیں کرتے

تھے۔ہم بھی فریضۂ دعوت انجام دینا چاہتے ہیں۔ کیا ہم اس پوزیشن میں ہیں کہ کہہ سکیں کہ ہمارا ظاہر دیکھو، ہمارا باطن دیکھو، ہمارا کردار دیکھو، ہماری تگ و دو دیکھو، ہماری سعی و جہد دیکھو۔ہم اس کے دین کے ترجمان ہیں ۔ہم اس کی ہدایات کے پابند ہیں۔ ہم دیدہ دانستہ اس کی خلاف ورزی نہیں کرتے۔ کیا ہم یہ کہنے کے موقف میں ہیں؟ اگر نہیں ہیں تو یہ توقع کیسے کی جاسکتی ہے کہ دنیا ہماری بات سن لے گی اور تبدیلی کی راہ از خود کھل جائے گی؟

## علمی ترقی

ہمارا فکری ارتقاء جیسے ہونا چاہیے، نہیں ہورہا ہے۔ہم موجودہ مغربی افکار کو چیلنج کرنا چاہتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ ہم میں سے کتنے ہیں جنھوں نے مغربی افکار سے واقفیت حاصل کرنے کی کوشش کی۔ کیا واقعی ہم جدید افکار کو سمجھ رہے ہیں، یا بس ہمارا محض دعویٰ ہے کہ ہم جدید فکر کے لیے چیلنج ہیں؟ اس کے لیے ضروری ہے کہ جدید افکار کا اسلام کی روشنی میں گہرا مطالعہ ہو اور اس کا حسن و قبح واضح کیا جائے۔اس طرف ہمارا رجحان نہیں ہے، یا ہے تو بہت کم زور ہے۔

تحریک اسلامی کے ابتدائی دور میں مذہب کوئی بڑی طاقت نہیں تھا۔ ہر طرف مغربی فکر کی حکم رانی تھی۔فکر و عمل میں دنیا اس کے تابع تھی۔ کہیں کہیں مذہبی باتیں کی جاتی تھیں، یا ضمناً مذہب کا حوالہ دیا جاتا تھا، سماج یا ریاست پر اس کے اثرات محسوس نہیں ہوتے تھے۔لیکن آج کے ہندوستان میں مذہب ایک طاقت بن کر ابھرا ہے۔ایک طبقہ یہاں مذہبی کلچر کے نام پر اپنی بالادستی چاہتا ہے۔اس کے لیے ناپسندیدہ حربے استعمال کررہا ہے۔اس کے ساتھ پوری دنیا میں مذہب اور اس کا کردار زیر بحث ہے۔ اس کا مقابلہ سیاسی سطح ہی سے نہیں، علمی سطح سے بھی کرنا ہوگا،لیکن اس کی طرف ہماری توجہ نہیں ہے۔ضرورت ہے کہ ہم ہندوستان کے مذاہب ہی کو نہیں بلکہ عالمی مذاہب کو بھی سمجھیں۔ اگر اب تک ہم نے مذاہب کا مطالعہ نہیں کیا ہے تو اس کی صورت کیا ہوگی؟ تمام مذاہب پر کامل عبور مشکل ہے،اس لیے ہوسکتا ہے کہ ہم میں سے کوئی شخص ہندو مذہب پر تیاری کرے، کوئی عیسائیت پر، کوئی یہودیت پر، کوئی بدھ مت پر، کوئی جین مت پر۔اس

طرح مختلف مذاہب کا وسیع مطالعہ رکھنے والے افراد تیار ہو سکتے ہیں۔ کوئی ضروری نہیں ہے کہ ہم میں سے ہر شخص کی تمام مذاہب پر گہری نظر ہو۔

ایسے افراد کا جماعت میں ہونا ضروری ہے جو جدید افکار اور مختلف مذاہب سے بھی بخوبی واقف ہوں اور اسلامی نقطۂ نظر سے ان پر گفتگو کرسکیں۔ اس کے لیے آدمی اپنے ذوق کے مطابق عنوانات کا تعین اور اسی لحاظ سے تیاری کرسکتا ہے۔

## اصلاح کا طریقہ

اجتماعی زندگی میں رفقاء کی اصلاح و تربیت کی ضرورت لازماً پیش آتی ہے۔ اگر کسی سے ذمہ دار کا خصوصی تعلق ہو تو اسے براہ راست ٹوک سکتا ہے۔ حسب ضرورت تنبیہ بھی کرسکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں اس کی مثالیں موجود ہیں۔ حضرت معاذؓ آپؐ کی اولاد کی طرح تھے۔ وہ اپنے قبیلے کی امامت بھی کرتے تھے۔ انہوں نے عشاء کی نماز میں سورۂ بقرہ شروع کردی۔ ایک صاحب نے درمیان ہی سے نماز چھوڑ دی اور رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ ہم کھیتی باڑی والے ہیں۔ دن بھر محنت کرتے ہیں۔ معاذؓ لمبی نماز پڑھانے لگے۔ میں اسے برداشت نہیں کرسکا اور نماز توڑ دی۔ اس پر رسول اللہ ﷺ حضرت معاذؓ پر سخت خفا ہوئے اور فرمایا: **یا معاذ! أفتّان أنت**۔ (معاذ! کیا تم فتنہ انگیز ہو؟ کیا لوگوں کو آزمائش میں ڈالو گے؟) مطلب یہ کہ تمہارے اس عمل سے لوگ کہیں نماز ہی نہ ترک کردیں۔ پھر سمجھایا کہ عشا کی نماز میں سورۂ والشّمس، والضحیٰ، واللیل، سبح اسم ربک الاعلی جیسی مختصر سورتیں پڑھا کرو۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابوذرؓ سے رسول اللہ ﷺ بہت محبت فرماتے تھے۔ انہوں نے اپنے غلام کو اس کی عجمی ماں کا طعنہ دیا۔ اس نے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی تو آپ نے حضرت ابوذرؓ سے فرمایا: ''**إنک إمر أفیک جاھلیة**'' (تمہارے اندر جاہلیت کی خصلت موجود ہے۔) اس کے بعد حضرت ابوذرؓ اس کے ساتھ کھانے پینے اور لباس میں اس طرح کا سلوک کرنے لگے کہ دونوں میں فرق نہیں معلوم ہوتا تھا۔ (بخاری، کتاب الادب، باب ما ینھی من السباب واللعان۔)

رسول اکرم ﷺ اصلاح کے لیے بیش تر عمومی انداز اختیار فرماتے تھے کہ لوگ یوں کہہ رہے ہیں، یا یہ کررہے ہیں، یا جو عمل میں کررہا ہوں اس سے اجتناب